رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یھدی اللہ لنورہ من یشاء

اخبار بدر قادیان

ایڈیٹر
السید محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے
ششماہی ایک روپیہ بارہ آنے
چندہ سالانہ سرپرستوں سے عہ
چندہ سالانہ امراء سے چھ روپے
ممالک غیر سے صرف ۹ شلنگ

مستقل قواعد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت ظاہر کرنا (۲) دنیا میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا (۳) معترضین کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا (۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم بنانا۔

جلد ۳۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۶ شوال ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۸ صفحہ ۱

۳ نومبر ۲۳

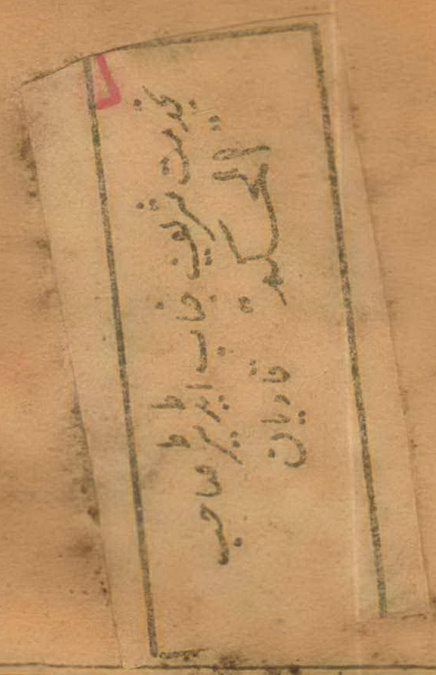

ہمدردان اسلام کی آوازیں

پہلے ہمدرد کی آواز

جناب ڈاکٹر برکت علی خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "مخدومی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج مبلغ اسّی روپے کا منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔ پچاس روپے بابت تقسیم قرآن شریف ہندی تیس روپے بابت تقسیم پوتر جیون ہندی۔ میرے لئے اللہ تعالےٰ سے روحانی ترقی کے واسطے دعا فرماویں۔ آپ جیسے مجاہدین کی دعا اللہ تعالےٰ ضرور سنتا ہے۔ میری صمیم قلب سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو دین و دنیا میں معزز کرے۔ اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ گو مجھے آپ کے بعض عقائد سے اختلاف ہے۔ لیکن میرے دل میں آپ کی محبت اور عزت ایسی ہی ہے۔ جیسے بزرگ اولیاء اللہ سے ہوتی ہے۔ آپ نے تبلیغ قرآن مجید کیلئے انفرادی طور پر وہ کارنمایاں کر دکھایا ہے۔ جس پر اقوام بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں"۔

خاکسار جو کچھ بھی تھوڑی بہت بفضلِ ایزدی اسلام کی خدمت بجالایا ہے۔ اس میں کافی حد تک جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کا ہاتھ ہے۔ اگر ایسے بیس مجاہد اور ہمدردانِ اسلام مجھے مل جائیں۔ تو میں خدا کے فضل و کرم سے کم از کم پنجاب میں کافی حد تک تبلیغ اسلام کے سوال کو حل کر سکتا ہوں۔ ایسے مجاہد بھائی کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلنی ایک قدرتی بات ہے میں تو کیا آسمان پر فرشتے بھی ایسے خادمِ اسلام کے لئے دعائیں کر رہے ہیں

دوسرے ہمدرد کی آواز

جنوبی ہند کی ایک بہت بڑی شخصیت جن کا اسم گرامی انشاء اللہ اپنے وقت پر ظاہر کیا جائے گا۔ اپنے ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کی کتاب (باوا نانک کا مذہب) دیکھنے سے آپ کی قومی خدمت کا اندازہ مجھے ہوا۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ کچھ عرصہ سے آپ کا پرچہ نور بھی پڑھتا ہوں۔ اس کے مضامین قابلیت اور شائستگی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ میں انشاء اللہ قریب ہی آپ کے کاموں میں اعانت کروں گا"۔

اس محترم دوست کا خط تو بہت لمبا ہے۔ مگر بعض مصلحتوں کی وجہ سے صرف ضروری حصے ہی دیئے گئے ہیں۔ ان کے گرامی نامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنجناب کے دل میں اسلام کے لئے درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ ان کی یہ دلی تڑپ ضرور اپنا بابرکت نتیجہ پیدا کرے گی۔ صاحب موصوف کا اس عاجز کے نام یہ پہلا والا نامہ ہے۔ اسلام کے لئے ان کی اس تڑپ نے میرے دل میں ان کے لئے اتنی محبت پیدا کر دی ہے۔ کہ میرے دل کی گہرائیوں سے آن کے لئے دعائیں نکل رہی ہیں۔

شذرات

اچھوتوں میں مشن

ہندو صاحبان کی تعداد ہندوستان میں پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی یہ بے فکر نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو یہ اپنے راستے میں ایک خطرناک روڑا سمجھتے ہیں۔ اس کے دور کرنے کے لئے ویسے تو ہر ایک ہندو (آریہ) ساعی ہے۔ مگر اس کے علاوہ ان کی جانب سے ہندوستان میں دو بڑے مشن یا شدھی سبھائیں کام کر رہی ہیں۔ ایک ہے شیاریلپور میں۔ اور دوسری دہلی میں۔ ہوشیارپور کی سبھا کی رپورٹ سے معلوم ہوا۔ کہ چھ ماہ میں اس سبھا نے پانچ ہزار سے زائد غیر ہندو افراد کو آریہ بنایا۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس تعداد میں اول تو سب و رنہ بیشتر حصہ مسلمانوں سے لیا گیا ہے دہلی کی سبھا اس سے بھی زیادہ کام کر رہی ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں کسی اسلامی انجمن نے اس کا پہلا حصہ بھی کام کیا۔ اگر ہماری سستی کا یہی عالم رہا۔ تو ہماری آج بھی خیر نہیں۔ اور کل بھی نہیں۔ اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ آنے والے ہندوستان میں سیاسی قیادت اسی قوم کا حصہ ہوگی۔ جس کی تعداد زیادہ ہوگی۔ ہندوستان میں اس وقت کہلانے والے اچھوتوں کی تعداد آٹھ کروڑ سے کم نہیں۔ اگر ہم مسلمان ان میں کوئی تبلیغی مشن مضبوط قدموں پر قائم کر سکیں۔ گو مقابلہ سخت ہے۔ مگر پھر بھی خدا کے کرم سے کامیابی ہے۔ یقیناً خیر خواہانِ ملت یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ اب اہل درد اور صاحب اقتدار ہستی مجھ سے خط و کتابت کر رہی ہے۔ کیا تعجب کہ یہ مشن خدا کے فضل سے جلد ہی کھل سکے۔

قصور کس کا؟

۱۶ اگست کا آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ:۔ "بوچڑ لوگ برہمن کا بھیس دھارن کر کے قصبوں اور منڈیوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور سستے مول گائیں خرید کر کے گوشت اور چمڑے کے واسطے ان گئوؤں کو ذبح کروا لیتے ہیں"۔ آریہ گزٹ کا یہ خیال ہے۔ ورنہ وہ کوئی مثال نہیں پیش کر سکتا جس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صاف مطلب یہ ہے۔ کہ یہ مسلمانوں پر سراسر افتراء اور ان کو بدنام کرنا ہے۔ مگر بخلاف اس کے آریہ گزٹ ذرا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالے۔ ۱۱ اکتوبر کا پرتاب پٹنہ کی رپورٹ اس طرح دیتا ہے۔ "ایک شخص سرب انند مصر کو جسے ضلع بدر کر دیا گیا تھا۔ مسلمان کے بھیس میں مشتبہ حالات میں پھرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ امید ہے۔ کہ اب آریہ گزٹ سمجھ گیا ہوگا۔ کہ ایسا کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا ہے۔ جس کا ذکر پرتاب نے اوپر کیا ہے۔ ع ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

گائے اور آریہ

اگر آریہ صاحبان بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی کی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے دسویں سمولاس (باب) پر نظر ڈالیں۔ تو وہ یقیناً میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کہ سوامی صاحب موصوف کی اس رائے کی موجودگی میں آریہ صاحبان کے لئے گائے کوئی ایسی احترامیہ چیز نہیں رہ جاتی۔ اور اگر آریہ دوست سوامی صاحب موصوف کی اس رائے سے اتفاق کر سکیں۔ تو ہندو مسلمانوں کے درمیان آئے روز جو گائے کا سوال موجب نزاع بنتا رہتا ہے۔ کافی حد تک اس کا قلع قمع ہو کر خوشگوار فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ جو ہندوستان میں جلد سے جلد حقیقی سوراج پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کو جب بھی کبھی سوراج ملا۔ تو وہ یقیناً ہندو مسلمانوں کے اتفاق سے ہی مل سکے گا۔ ورنہ یہ اتنا ہی دور رہے گا۔ جتنا کہ چاند۔

میری حالت

پچھلے دنوں جہاں پختہ فرش پر گرنے سے میری دائیں پسلی اور بازو میں سخت درد تھا۔ وہاں میرا لڑکا عزیز ہارون الرشید جو اسی سال علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس کی ڈگری لیکر آیا۔ میعادی بخار میں مبتلا ہو گیا۔ الحمد للہ۔ اب لڑکا ہر طرح صحتیاب ہے۔ میری پسلی اور بازو میں ابھی تکلیف ہے۔ اور میں اس قابل نہیں کہ بے تکلف کام کر سکوں۔ مگر الحمد للہ۔ پہلے سے بہت فرق ہے۔ اگر صحت کی یہی رفتار رہی۔ تو انشاء اللہ میں جلد ہی کلی صحت حاصل کر سکوں گا۔ جن دوستوں نے دعائیں کیں۔ میں ان کا بے حد مشکور ہوں۔

یہ کوئی خطرہ نہیں

لاہور کا روزانہ مسلم انگریزی اخبار ایسٹرن ٹائمز اپنے ایک لیڈنگ آرٹیکل میں "چند تبلیغی مشکلات" کے عنوان سے لکھتا ہے۔ کہ "اچھوتوں کی ایک علیحدہ قوم کے طور پر بسرعت ترقی ایک سہ گونہ مسئلہ کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ جو ممکن ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک اور خطرہ کا موجب ثابت ہو۔" میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ صرف ایک وہمی خطرہ ہے۔ اچھوتوں کی علیحدہ قوم بننے سے ان کے تمدنی مشکلات دور نہیں ہو سکتے۔ ہندو قوم کبھی بھی انہیں مساوات دینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ خواہ کتنی ہی ترقی کر جائیں۔ پھر بھی ہندوؤں کے نزدیک اچھوت ہی رہیں گے۔ ایک ہی چیز ہے۔ جو ان کہلانے والے اچھوتوں کو اعلیٰ تمدن اور بہترین روحانیت دے سکتی ہے۔ اور وہ بابرکت چیز ہے "اسلام" جسکی یہ سنہری تعلیم ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی تم میں وہی بڑا ہے۔ جو زیادہ نیک ہے۔ "اسلام حقیقی معنوں میں نمک کی کان ہے۔ "ہر چیز کہ در کانِ نمک رفت نمک شد" تبلیغی مؤثر قدم بشرطیکہ اٹھایا جا سکے۔ یہ سب مشکلات دور کر سکتا ہے۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔

ہمارے ملک کی گراوٹ

۱۴ اکتوبر کا ہمعصر شیر پنجاب لکھتا ہے۔ کہ "الیکشن کے دنوں لوگ دو دو روپیہ ایک ایک روپیہ اور شراب کی ایک ایک بوتل بلکہ بلا امتیاز نیک و بد ووٹ دیتے ہیں۔ اسمبلی کے گذشتہ جنرل انتخابات میں ایک ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز نے جو ڈبل گریجوایٹ تھا۔ دس روپے لیکر اپنا اور اپنی بیوی کا ووٹ دیا۔ جب اس شخص سے ووٹ کے لئے کہا گیا۔ تو اس نے نہایت بے حیائی اور دیدہ دلیری سے کہا۔ کہ میں پوسٹیشن پر جانے کی تکلیف کیوں گوارا کروں۔ میرا اس میں کیا فائدہ ہے۔" دراصل اس میں طرفین کا قصور ہے۔ بلکہ دینے والوں کا زیادہ۔ پرانی ضرب المثل ہے۔ کہ مفت کی شراب تو قاضی نے بھی نہیں چھوڑی۔ اور یہ ووٹر تو قاضی بھی نہیں ہوتے۔ ان پر اتنا گلہ نہیں جتنا کہ شراب یا روپیہ دینے والوں پر۔ اگر شراب دیکر یا بالفاظ دیگر اپنے ملک کے کیریکٹر کو تباہ کر کے کوئی ممبر بنا بھی۔ تو ایسی ممبری لعنت ہے اور لعنت بابرکت کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر ممبر ہونے والے یہ عہد کر لیں۔ کہ ہم ممبر بنیں یا نہ بنیں۔ مگر ملک کے کیریکٹر کو تباہ نہیں کریں گے۔ تو یقیناً یہ مصیبت بہت جلد دور ہو سکتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ ملک اور قوم کے لئے بہت بابرکت ہو سکتا ہے۔

پاکستان پر اعتراض کیوں؟

۱۷ اکتوبر کا روزنامہ دیر بھارت لاہور لکھتا ہے۔ کہ "اصلی شکایت تو یو۔ پی اور بہار میں ہے۔ کہ جہاں کی اصل زبان اردو تھی۔ اور ہے۔ مگر جہاں ٹھیٹھ ہندی نافذ کی جا رہی ہے۔" یو۔ پی اور بہار پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ جہاں جہاں بھی کانگرس کا بس چلا ہے۔ اس نے ہندی کے نفاذ سے دریغ نہیں کیا اور مسلمانوں کو کانگرس پر بڑی بھاری شکایت ہے۔ اول تو جہاں اردو رائج تھی۔ وہ بدستور رہنی چاہیئے تھی۔ اور اگر کانگرس ہندی پر اتنی ہی گرویدہ تھی۔ تو اسے کم از کم اردو اور ہندی کو پہلو بہ پہلو رکھنا چاہیئے تھا۔ کانگرس کی اس ذہنیت نے ہی مسلمانوں میں پاکستان کا خیال پیدا کیا۔ کاش کانگرس اب بھی سمجھ سکے۔

تبلیغی جماعتیں

سندھ میں اس سال غیر معمولی سیلاب کے بعد اب ملیریا کا زور ہے۔ بعض مشنری سوسائٹیوں نے وہاں دواخانے کھول دیئے ہیں۔ دراصل تکلیف کے وقت ایسی ہمدردی ہی کسی قوم کی ذہنیت بدل سکتی اور اسے راغب کر سکتی ہے۔ اور یہ سو تبلیغوں کی ایک تبلیغ ہے۔ ابھی تک کسی مسلمان تبلیغی جماعت نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ اس مرحلہ پر ان کا متوجہ ہونا نہایت ضروری تھا۔

نور کے ناظرین

نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے تبلیغ اسلام کے اہم فرض کو بجا لا رہا ہے۔ دوست تو دوست دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں۔ تاحال اکثر خریداروں نے نور کا چندہ بھی ادا نہیں کیا۔ حالانکہ کاغذ شدید گراں پہلے سے دس گنا قیمتیں زیادہ ہو چکی ہیں۔ ان حالات میں نور کے ناظرین کا نہ صرف یہی فرض ہے۔ کہ وہ اپنا چندہ ہی ادا کریں۔ بلکہ نور کی توسیع اشاعت میں بھی مربیانہ سعی سے کام لیں۔ ایسے مجاہد پرچہ کی مدد کرنا یقیناً اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ نور کے وہ کونسے خریدار ہوں گے جن کے ایک یا دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کونسے دوست ہوں گے۔ جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے۔ اور وہ انکار کر دیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔

عذر: کاتب کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے ۱۷ اکتوبر کا پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ جس کا دفتر کو بہت افسوس ہے۔ اب اس پرچہ کا حجم بڑھا کر اسکی تلافی کر دی گئی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم ایک دوسرے سے کس قدر قریب ہیں

جو شخص بھی خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریگا اس کے لئے یہ ایک معمہ ہوگا۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں میں جھگڑے کیوں ہیں؟ حالانکہ کیا روحانی جہت سے اور کیا تاریخی نوعیت سے کیا تمدنی نقطۂ خیال سے اور کیا سیاسی پہلو سے ان ہر دو اقوام کو ایک دوسرے سے بہت قریب ہونا چاہیئے تھا۔ (۱) توحید کے عقیدہ پر مسلمانوں کو ناز ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ توحید کے اس بھولے ہوئے سبق کو سب سے پہلے اسلام نے ہی دنیا کے سامنے رکھا۔ تو یہ عین مناسب ہوگا۔ مگر سکھوں کے ہاں بھی توحید یا ایکتا کو بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ شری گورو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

دوسر کاہے سمریئے جمے تے مر جا
ایکو سمرو نانکا جو جل تھل رہیا سما

یعنی ایسی ہستی کے پوجنے کا کیا فائدہ جو آج پیدا ہوتی ہے۔ اور کل فنا ہو جاتی ہے۔ اُس ہستی کو پوجنا چاہیئے۔ جو پیدائش اور فنا سے بالا ہے۔ اور جس کا جلوہ بحر و بر میں ہے۔

(۲) **مذہبی طہارت**:۔ مسلمانوں کے ہاں مذہبی طہارت کے لئے وضو ضروری ہے۔ جس سے مراد منہ۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا نہایت ضروری ہے۔ اس سے ملتی جلتی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے۔ جنہیں وہ اپنی اصطلاح میں "پنج اشنانہ" کہتے ہیں۔ جس سے مراد منہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کا راہ راس وغیرہ کے پاٹھ کے قبل دھونا ضروری ہے۔

(۳) **طریق دعا**:۔ مسلمانوں میں جس طرح ایک بزرگ ہستی ہاتھ اٹھاتی اور دوسرے لوگ بھی ہاتھ اُٹھا کر آمین کہتے جاتے ہیں۔ اسی طرح سکھ صاحبان کے ہاں بھی ایک واجب الاحترام شخصیت کھڑی ہو کر خدا کے حضور ہاتھ جوڑ کر باواز بلند دعا کرتی ہے۔ جسے وہ اپنی اصطلاح میں ارداس جو عرض داشت کا مخفف ہے کہتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو کر اسکی ہاں میں ہاں ملاتے جاتے ہیں۔ غور کیجئے کہ طریق دعا میں کتنی مناسبت اور مشابہت ہے۔

(۴) **سفر پر روانگی سے قبل دعا**:۔ جس طرح مسلمانوں کے ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ جب وہ گھر سے سفر پر روانہ ہوں۔ تو دعا کر کے نکلیں۔ بعینہٖ یہی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے۔ وہ بھی سفر پر روانگی سے پہلے۔ ارداس کا کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ پھر جس طرح مسلمانوں کے ہاں یہ دستور ہے۔ کہ وہ جب ایک سے زیادہ سفر پر روانہ ہوں۔ تو اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کریں۔ ٹھیک یہی صورت سکھوں کے ہاں بھی ہے۔ جنہیں وہ اپنی اصطلاح میں جتھے دار کہتے ہیں۔

(۵) **قومی نعرہ**:۔ جس طرح مسلمانوں کا قومی نعرہ "اللہ اکبر" ہے۔ اسی طرح سکھوں کا نعرہ ست سری اکال ہے۔ اللہ اکبر اور ست سری اکال میں کوئی فرق نہیں۔ ایک ہی ہستی کے دو مختلف نام ہیں۔

(۶) **ڈاڑھی**:۔ اسلام میں بھی ڈاڑھی رکھنے کی تاکید ہے۔ اور سکھ مذہب بھی بزور اس کا حامی ہے۔ بنگال وغیرہ میں چلے جاؤ۔ وہاں مسلمانوں کی نمایاں نشانی ڈاڑھی پاؤ گے۔

(۷) **تمباکو نوشی**:۔ اسلام میں بھی تمباکو نوشی کو مکروہ کہا گیا ہے۔ اور سکھ مذہب میں تو اسکی سخت ممانعت ہے۔

(۸) **ہتھیاروں کا رکھنا**۔ سکھوں میں جس طرح ہتھیار یعنی کرپان کا رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے۔ خذوا اسلحتھم۔ (رکھو اپنے ہتھیار اپنے پاس) (پارہ پانچ رکوع ۱۱)

(۹) **اکٹھے بیٹھ کر کھانا**:۔ جس طرح مسلمانوں کے ہاں ملی جذبہ اور مساواتی روح کو تیز کرنے کے لئے یہ رواج ہے کہ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔ یہی دستور خاص اوقات میں سکھوں میں بھی ہے۔ جب ان کے ہاں پوہل یعنی امرت پان کرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ تو جس قدر امرت چکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان سب کو ایک ہی باٹا (برتن) میں کڑاہ پرشاد (متبرک حلوا) کھلایا جاتا ہے۔ اور انہیں اس وقت یہ نصیحت کی جاتی ہے۔ کہ تم آج سے بھائی بھائی ہو۔

(۱۰) **قومی امتیاز کا اُٹھ جانا**:۔ جس طرح اصولاً مسلمانوں میں کوئی خاص قوم یا قومی امتیاز نہیں۔ بجنسہٖ یہی صورت اصولاً سکھوں میں بھی رائج ہے۔ جس وقت مختلف اقوام کے لوگ ایک ہی وقت میں امرت پان کرتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ تمہارا سابقہ ونشی (قومیت) آج سے جاتی رہی۔ اب تم سوڈونش یعنی شری گورو گوبند سنگھ کی قومیت میں داخل ہو۔ تمہارا پتا شری گورو گوبند سنگھ جی مائی شریمتی صاحب دیواں جی۔ باقی رہا یہ سوال۔ کہ عملی رنگ میں مسلمان یا سکھ اس پر کہاں تک کاربند ہیں۔ اس وقت عمل کا سوال نہیں بلکہ اصول کا سوال ہے۔ اصولی رنگ میں دونوں اقوام ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتی ہیں۔

(۱۱) **طرز لباس**:۔ جس طرح مسلمان صوفیائے کرام کے ہاں سیاہ پگڑی اور لمبا کرتہ پہننے کا رواج ہے۔ یہی صورت سکھوں میں بھی موجود ہے۔

(۱۲) **تعدد ازواج**:۔ جس طرح مسلمانوں کے ہاں ایک سے زیادہ شادیاں جائز ہیں۔ یہی صورت سکھ صاحبان کے ہاں بھی ہے۔ شری گورو ہرگوبند جی مہاراج کی تین اور شری گورو ہر رائے جی کی آٹھ اور شری گورو گوبند سنگھ جی کی دو بیویاں تھیں۔

(۱۳) جس طرح مسلمانوں کے ہاں نکاح بیوگان جائز ہے ٹھیک ایسے ہی سکھوں میں بھی اس کا رواج ہے۔

(۱۴) جس طرح مسلمانوں کے ہاں گوشت حلال ہے۔ اسی طرح سکھوں میں بھی گوشت خوری روا ہے۔ حالانکہ ہندوؤں کے دوسرے فرقے اس کے روادار نہیں۔ میں اس وقت جھٹکہ اور ذبیحہ کی بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ میں ایک اصولی بات بیان کر رہا ہوں

(۱۵) **سؤر کی نجاست**:۔ جس طرح مسلمانوں کے ہاں سؤر کو نجس اور خبیث سمجھا گیا ہے۔ یہی صورت سکھ صاحبان کے ہاں بھی ہے جیسا کہ شری گورو گرنتھ صاحب کے اس شلوک سے عیاں ہے:۔

ایک بھگت بھگواں جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہیں تن

یعنی جس شخص کے دل میں خداوند قدوس کے لئے جگہ نہیں۔ وہ ایسا ہی نجس۔ چنڈال اور خبیث ہے۔ جیسا کہ کتا اور سؤر۔

(۱۶) **حلوا**:۔ سکھوں کے ہاں جو کڑاہ پرشاد یعنی حلوا کی قدر ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ مگر یہ مسلمانوں کے ہاں بھی کچھ کم پیاری چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے ہاں یہ ایک مشہور و معروف مقولہ ہے۔ المومن حلو یحب الحلوہ یعنی مسلمان میٹھا ہے۔ اسلئے حلوے کے ساتھ بھی اسے محبت ہے۔ غرضیکہ جس جہت سے بھی دیکھیں سکھوں کو مسلمانوں کے قریب پائیں گے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ ان میں باہمی یہ لڑائی جھگڑے اور کشمکش کیوں ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک لاکھ روپے کے انعامات

خداوند تعالےٰ بہت بہت جزائے خیر دے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کو جن کے دل میں غیر معمولی تبلیغی حرارت موجزن ہے۔ بودن بدن خدا کے فضل سے زیادہ اور زیادہ ہو رہی ہے۔ پچھلے دنوں آنمکرم نے اس عنوان کے تحت ۳۶ صفحات کا ایک اردو ٹریکٹ شائع فرمایا تھا۔ اسمیں آٹھ قسم کے انعامات مختلف جماعتوں کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ جن کی تعداد ایک لاکھ ہوتی ہے۔ اس ٹریکٹ میں جناب سیٹھ صاحب ممدوح کے معیار صداقت اور مطالبات ایسی مضبوط چٹان پر کھڑے ہیں۔ کہ آج تک کسی صاحب کو بھی ان کے حاصل کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اب آپ نے یہ ٹریکٹ انگریزی زبان میں ۵۸ صفحات کے حجم کے ساتھ شائع فرمایا ہے جس کا کاغذ۔ طباعت نہایت اعلیٰ اور دیدہ زیب ہے۔ کاغذ کی غیر معمولی گرانی میں صاحب موصوف بکثرت تبلیغی لٹریچر شائع فرماتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ میرے تو دل کی گہرائیوں سے یہ دعائیں نکل رہی ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ صاحب موصوف کو اس سے بھی زیادہ تبلیغ کرنے کی توفیق دے۔ اور حسنات دارین سے سرفراز فرمائے۔ یہ ٹریکٹ کیا ہیں۔ حقیقی معنوں میں اسلامی صداقتوں کا مجموعہ یا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ دوست صرف ایک گارڈ لکھ کر حسب ذیل پتہ سے یہ اردو اور انگریزی ٹریکٹ حاصل کر سکتے ہیں

پتہ:۔ جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب الہ دین بلڈنگس
اکسفورڈ سٹریٹ سکندر آباد دکن

روس کے اسلامی مقبوضات

(از جناب اعظم ہاشمی صاحب مدیر نشریات انجمن مہاجرین ترکستان)

تاتارستان اور کریمیا

تاریخ بین حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ ممالک روسیہ کا ۱/۳ حصہ اسلامی ملک اور مسلمانوں کا پیدائشی وطن ہے۔ جس کو قدیم مورخ توران اور دشت قبچاق لکھتے ہیں۔ اور اب ان کو ترکستان۔ تاتارستان قفقاز۔ کریمیا۔ (قریم) کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ ان ممالک کے دور ماضی کی اسلامی شان و شوکت کو مورخین نے جلی حروف میں تحریر کیا ہے۔ اور اس وقت ان پر ایک کافی عرصہ سے روسی قبضہ ہے۔ آج کل یہ مقامات جنگ کا مرکز ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچانا مسلمانوں کے لئے باعث دلچسپی ہوگا۔ اور اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ان ممالک کے جغرافیہ اور تاریخ سے مختصر اقتباس ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے

روس کے مقبوضہ ممالک کی مسلم آبادی خالص ترک ہیں۔ اگرچہ وہاں دوسری ملت کے مسلمان بھی پائے جاتے ہیں۔ اور یہ مسلم آبادی یورپ اور ایشیا کے دونوں علاقوں میں سکونت پذیر ہے۔ دونوں علاقوں کا رقبہ بلحاظ جغرافیہ ۵۵۶۶۲۸۸ مربع کیلو میٹر ہے۔ اور آبادی ۳۹۵۲۰۶۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ لیکن ان اعداد سے افغانی ترکستان کا رقبہ اور آبادی خارج ہے۔

یورپ تاتاری مسلمان جو روس کے یورپی حصہ میں آباد ہیں۔ اس کا محل وقوع کوہ اورال کے جنوب غرب میں دو لاکھ اٹھارہ ہزار آٹھ سو اسی مربع کیلو میٹر ہے۔ اور اس سرزمین کا نام تاتارستان ہے۔ اور یہاں کے دارالخلافے اسلامی دور میں اورا۔ قازان۔ اور استراخان یکے بعد دیگرے رہ چکے ہیں۔ اسلامی سلاطین کی فہرست میں باتوخاں برکت خاں اور سلطان غیاث الدین محمدؒ اور بیگ خاں اور نبشتہ بیش خاں کے زمانہ حکومت میں اسلامی تاریخ خوب مزین ہے۔

روسی قبضہ تاتارستان پر روسی قبضہ ۱۵۵۲ء بتاریخ ۱۰۔ اکتوبر سے تیس سال طویل لڑائی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جس دن ۱۹۱۷ء میں روسی شاہی نظام اشتراکیوں کے ہاتھ میں آیا۔ تاتارستان دو جمہوری حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جو موجودہ دور تک تاتارستان اور باشقردستان کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے مختصر حالات ذیل میں قلمبند کئے جاتے ہیں۔

تاتارستان یہ جمہوریت کوہ اورال کے غرب میں دریائے ویلگا کے ساحلی مقامات اور شہر پنزہ کے درمیان ۶۷ ہزار ۶۰ مربع میل کیلو میٹر زمین پر واقع ہے۔ بڑے بڑے شہر سمارا۔ بلغار اور دن بروغ وغیرہ وغیرہ ہیں جن کا مرکزی ادارہ اس وقت قازان ہے۔ آبادی ۲۷ لاکھ پانچہزار آٹھ سو ہے۔ اور تمام مسلمان جن کا پیشہ زراعت صناعت اور تجارت ہے۔

باشقردستان:۔ یہ ریپبلک کو اورال کے جنوب مغربی علاقہ میں قدیم تاتارستان کا ڈیڑھ لاکھ ایک ہزار آٹھ سو بیس مربع کیلو میٹر کا ایک ٹکڑا ہے۔ بڑے بڑے مشہور شہر اوفا۔ چلبی۔ قاتائی۔ الہاس قابل ذکر ہیں۔ اس کا مرکزی ادارہ اوفا ہے۔ آبادی ۲۹۲۵۴۰۰ ہے۔ وہاں کے اصلی باشندے مسلمان ہیں۔ عام پیشہ مویشیوں کی پرورش ہے۔ باشقردستان کے تاتاری تورکون کی بہادری شہرت پذیر ہے۔ اور ان کی عورتوں کی دستکاری اور وفاداری قابل تعریف ہے۔

کریمیا (قریم) یہ ایک جزیرہ نما اسلامی ملک ہے۔ جو بحر اسود کے شمال میں ہے۔ ۲۵۸۸۱ مربع کیلو میٹر کا علیحدہ علاقہ ہے۔ اور ۷۹۲۷۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ۶۸۰۰۰۰ مسلمان ہیں۔ اور ان کی زبان ترکی ہے۔ اور اصلی تاتاری تورکی النسل ہیں۔ مشہور شہر باغچہ سرائے۔ کراچ۔ آق مسجد۔ سیمپورہ پول (سیواستپول) ہیں۔ مرکزی ادارہ سیمپورہ پول ہے۔ مسلمانوں کے دور حکومت دارالسلطنت باغچہ سرائے رہ چکا ہے۔

۱۷۸۳ء میں کریمیا کے مسلمانوں نے اپنی [illegible] دولت عثمانیہ ترکیہ میں شامل کرالیا تھا۔ ۱۸۱۱ء میں کریمیا کو آزادی و خود مختاری دے دی گئی تھی۔ ۱۸۵۴ء میں اس پر روسی تسلط ہوا۔ جس کے خلاف حکومت عثمانیہ نے مسلمانان قریم کی حمایت میں روس کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔ ۲۶ ستمبر کو روسی انقلاب کے موقعہ پر کریمیا اپنے مفتی اعظم چلبی جہاں کی قیادت میں آزاد ہو کر اسلامی جمہوریت کا علمبردار ہوا۔ لیکن ستمبر ۱۹۲۰ء میں کریمیا روس کے تصرف میں دوبارہ آگیا اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موجودہ روس میں مسلمانوں کا کتنا عمل دخل ہے۔

قفقاز کی جمہوریتیں قفقاز کا کل رقبہ ۴۲۸۷۵۵ مربع کیلو میٹر ہے۔ اور کل آبادی ۱۳۹۳۳۱۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ یورپ اور ایشیا کے درمیان ایک اہم خطہ ہے۔ اور اس ملک کے باشندے مذہبی لحاظ سے تین فرقوں میں منقسم ہیں۔ یعنی مسلم۔ عیسائی۔ یہودی۔ اور نسلی نقطہ نظر سے ترک۔ تاتاری۔ ایرانی۔ گورجی۔ روسی۔ ارمنی پانچ قومیں ہیں۔ سوئیٹ روس نے ان سب کو الگ الگ جمہوریتوں میں مندرجہ ذیل طریقہ پر پانچ جمہوریتوں اور ملکوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

جمہوریہ آذربائیجان علاقہ قفقاز سے جنوب مغرب بحیرہ کیسپین میں ۸۵۹۶۲ مربع کیلو میٹر ٹکڑے کا نام جمہوریہ آذربائیجان رکھا گیا ہے۔ یہاں پر ۲۵۷۰۰۰۰ آبادی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس میں اسّی فی صدی مسلمان ہیں۔ مرکزی ادارہ شہر باکو ہے

جمہوریہ ارمنستان قفقاز کے جنوب مشرق میں ہے باطوم کو ملا کر ۲۹۶۶ مربع کیلومیٹر کے ٹکڑے کو جدا کر کے اس کا نام ارمنستان رکھا گیا ہے۔ (معلوم رہے۔ کہ اس جمہوریہ کے وجود سے شمال مشرقی ترکیہ میں بسنے والے ارمنوں کو اہمیت حاصل ہے) آبادی دس لاکھ تیرہ ہزار آٹھ سو ہے۔ جن میں تہائی حصہ مسلمان باقی ارمنی اور یہودی ہیں۔ جن کا مرکزی ادارہ ایر ذان ہے۔

گورجستان یا جارجیہ یہ قطعہ کوہ قاف کے جنوب مغرب سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ مجموعی رقبہ ۶۹۰۷۰ مربع کیلومیٹر ہے۔ آبادی ۲۹۲۶۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں پر تقریباً مسلم آبادی تیس فی صدی ہے۔ اور مسلمان نسلاً تاتاری ترک ہیں۔ زبان ترکی ہے۔ گورجی اسٹالن کی قوم ہے۔ گورجستان کا مرکزی ادارہ تفلس میں ہے۔ گورجستان یا جارجیہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

ماورائے قاف یا شمالی قفقاز قفقاز کے سمت شمال میں ایک لاکھ پچاسی ہزار سات سو اٹھارہ مربع کیلومیٹر زمین کا ٹکڑا علیحدہ کر کے ماورائے قاف نام رکھا گیا ہے۔ جس کی مرکزی حکومت بھی تفلس میں ہے۔ کل آبادی ۶۵۱۶۸۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں ایک قبیلہ آباد ہے جس کا نام چرکس ہے۔ اس لئے اس علاقہ کو چرکس بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ اعلان محض وقت کی سیاست ہے۔ ورنہ چرکس قوم کی آبادی پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی۔ اور دوسری تورک قبائل کی کل آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے خصوصاً چھ چن کے نام کی ایک مسلم قوم کی آبادی ڈھائی لاکھ ہے۔ انشاء اللہ یہاں یعنی قفقازی مسلمانوں اور دیگر اقوام کے بارے میں مفصل بحث کا سلسلہ شروع کیا جائیگا۔

داغستان قفقاز کے شمالی علاقوں میں ستاون ہزار تین سو بیس مربع کیلومیٹر زمین کا رقبہ الگ کر کے داغستان ریپبلک قائم کیا گیا ہے۔ یہاں کی کل آبادی ۹۰۱۵۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں پر تقریباً نوے فی صدی مسلم آبادی ہے۔ مرکزی ادارہ مینجح ہے۔ داغستانی مسلمانوں کی نسل ترک ہے۔ ان کی نسلی زبان بھی تورک ہے۔ علمائے اسلام کے اثر و رسوخ سے تمام انشادات عربی میں ہیں۔ نیز عام عربی بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ داغستانی مسلمانوں کے حسن اور جمال کی تعریف میں پری کی نسبت دی جاتی ہے۔ مزید براں ان کی شجاعت اور دلیری کا سکہ تمام روس پر جما ہوا ہے۔

یہ ہے قفقاز کا مختصر خاکہ جو پانچ حصوں میں الگ الگ جمہوریتوں کا نام لیوا ہے۔ لیکن چونکہ سویٹ روس کا نظام حکومت اشتراکی ہے۔ اس لئے ہر ایک ریپبلک پر کمیونسٹ ڈکٹیٹرشپ کا کلی اقتدار ہے۔ یہاں پر ایک نکتہ گوش گزار کرنا اہم ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کا یہ لکھنا کہ وہاں (روس میں) ساٹھ قومیں مختلف النسل اور مذہب کی آباد ہیں۔ اس دعوے کی اصلیت نہیں ہے۔

ریلوے قفقاز کو اس وقت کمک پہنچانے کے لئے تورکستان کے راستہ پر دو ریلوے لائنیں ہیں۔ سائبیریا کے راستہ ماسکو سے آنے والی لائن شمال سے تاشکند۔ تاشکند سے بخارا اور خیوا عشق آباد سے ہوتی ہوئی کراسنوواد پہنچ کر باکو جاتی ہے۔ دوسری لائن تاشکند سے بحیرہ ارال سے ہوتی ہوئی مادرن برگ وہاں سے استرخاں کو جاتی ہے مطلب یہ ہے۔ کہ ان دونوں راستوں سے قفقاز کو براہ تورکستان یورپ سے کمک پہنچ سکتی ہے۔ (ماخوذ)

ذات پات اور قومیت

سکھ ہمعصر شیر پنجاب مذکورۃ الصدر عنوان کے تحت اپنے ۱۷ اکتوبر کے پرچہ میں لکھتا ہے "قوم وہی ہے۔ جس کا تمدن ایک ہو۔ تہذیب ایک ہو۔ لٹریچر ایک ہو۔ علمی زبان ایک ہو۔ اور تاریخ ایک ہو۔ آؤ اب غور کریں۔ کہ ہندوؤں میں یہ قومی وحدت کہاں تک پائی جاتی ہے؟ برہمنوں کا تمدن کشتریوں سے جدا ہے۔ کشتریوں کا ویشوں سے جدا ویشوں کا شودروں سے جدا۔ شودروں کا اچھوتوں یا چنڈالوں سے جدا۔ ان کے رسم و رواج جدا۔ ان کے بزرگ جدا۔ ان کی تاریخ جدا۔ نسل جدا۔ ان کے آداب و اطوار جدا۔ ان کی خوراک اور پوشش جدا۔ مذہبی زبان درجوں کی سنسکرت ہے۔ مگر شودروں۔ چنڈالوں اور عورتوں کا اس زبان سے نہ صرف یہ کہ واسطہ ہی کوئی نہیں۔ بلکہ اگر سنسکرت میں لکھی ہوئی کتب مقدسہ کا کوئی منتر یا شلوک وہ سن پائیں۔ تو ان کے کان میں سیسہ ڈھال کر ڈال دینے کا حکم منوجی مہاراج کا موجود ہے۔ اور یہ تعصب اس حد تک بڑھا ہوا ہے۔ کہ شری رامچندر مہاراج سے جب کچھ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے فریاد کی۔ کہ ایک شودر کٹھن تپسیا کر رہا ہے۔ جس سے برہمن اور کشتری تپسویوں کے سنگھاسن ڈول گئے ہیں۔ تو اس بیچارے نیچ ذات کے بھگت کو اس جرم میں موت کی سزا دی گئی۔ کہ وہ شودر یا نیچ ہو کے پرماتما کی بھگتی کرتا ہے۔ یعنی اس قوم کے لوگوں کو ایک پرماتما کی بھگتی میں ایک دوسرے کا ہم عقیدہ ہونے کی ممانعت ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کا کھاتے نہیں۔ ایک دوسرے سے ان بیاہ روٹی بیٹی کی سانجھ نہیں۔ جس سے ان کی عادات اور رسم و رواج بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ غرضیکہ ان میں کوئی بات سانجھی نہیں۔ یہی بات ہے۔ کہ وہ گذشتہ اڑھائی تین ہزار سال میں من حیث القوم کبھی کسی مشترکہ مقصد کے لئے اکٹھے اٹھ نہیں سکے۔ ان کی غیر ملکیوں کے مقابلہ میں تمام شکستوں۔ ذلتوں۔ رسوائیوں اور دکھوں کی تہ میں یہی تقسیم و تفریق کارفرما رہی ہے۔ گورو گوبند سنگھ صاحب نے خالصہ پنتھ کو اس قسم کے تفرقات و تقسیم سے محفوظ رکھنے کے لئے چاروں ورنوں کے لوگوں کو ایک ہی باٹے میں امرت چھکایا۔ ایک ہی برتن میں اکٹھے بیٹھ کر کڑاہ پرشاد چھکایا۔.....

افسوس کہ اب پھر پنتھ اسی تباہی کی راہ پر گامزن ہے جس سے بچنے کے لئے اب بھی ہر شخص اس فکر میں ہے کہ اس کا اپنا فائدہ کس بات میں ہے؟ یا ذات پات کے اعتبار سے اس کی اپنی برادری کا فائدہ کس بات میں ہے۔ آج کل کے سکھوں کی ایک بہت بڑی میجارٹی ان لوگوں کو جو سکھ نہیں ہیں۔ جو نہ صرف سکھ نہیں بلکہ سکھ دھرم کے بدترین مخالف ہیں۔ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنا دوست بلکہ بھائی سمجھتی ہے۔ اور سکھوں کے ایک طبقہ کے خلاف ان سے اتحاد کر کے اس طبقہ کو غلام و ذلیل بنانے میں سکھ دھرم کے مخالفوں کا ساتھ دے رہی ہے۔ آج رہتھ مذہب کی بنا پر قائم ہو رہے ہیں۔ آج سکھ سکھوں کو محض ذاتی اور جماعتی مفاد (مفاد بھی موہوم) کے لئے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہیں۔ آج سکھ سکھوں سے تعصب روا رکھتے ہیں۔ اور غیر سکھوں کی دوسرے سکھوں کو نقصان پہنچانے یا ذلیل کرنے کے لئے پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔ یعنی وہ اپنے بھائیوں کے خلاف دوسروں کے ہاتھ میں آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ ایسی سپرٹ ہے۔ جو انہیں قوم بننے اور پنتھ رہنے نہ دیگی۔ ذات پات کی بنا پر تعصب کی کوئی حد نہیں۔ آج جاٹ رام گڑھیئے کمبو۔ سینی۔ کھتری اور اروڑے وغیرہ تعصب روا رکھتے ہیں۔

موشری گورو جی مہاراج نے نکالا تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج ہندوانہ برادریوں کا تعصب ان میں ہے۔ کل گوتوں کا تعصب شروع ہو جائیگا۔ پھر علاقوں کا تعصب شروع ہو جائیگا۔ نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ سب باہم لڑ لڑ کے کمزور ہو جائیں۔ اور پھر مذہب کا تعصب ان کے خلاف شروع ہو جائے گا۔ اور جس مذہب کے پیروؤں کی اکثریت ہو گی۔ حکومت اب بھی اسی کی ہے۔ اور پھر بھی اسی کی رہے گی۔ مگر کمزور مینارٹی کے لئے ذلیل غلامی کے سوائے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے گا۔ اگر ذات پات کی بنا پر کوئی اتحاد ممکن ہوتا۔ تو ہندوستان صدیوں تک غیروں کا غلام بن کے نہ رہتا۔ بلکہ دوسرے ممالک کی طرح وہ بھی آزاد ہوتا۔ کوئی مینارٹی زندہ نہیں رہ سکتی۔ نہ عزت کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ جب تک وہ پورے طور پر متحد نہ ہو۔ اور اس میں اپنے مذہب۔ اپنے تمدن اور اپنی قومیت کے لئے بے پناہ محبت نہ ہو۔ اس کے افراد ایک دوسرے پر جان نثار کرنا نہ جانتے ہوں۔ اور ان کے مفاد مشترکہ نہ ہوں۔ یہ تب ہی ممکن ہے۔ جبکہ ذات پات اور حسب و نسب کا توہم و تعصب تکبر اور خودی کی خلیجیں پاٹ دی جائیں۔ اور ان تفرقات کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہنے دی جائے۔ جن دنوں تمام ہندوستان کے اچھوتوں کے سکھ بن جانے کی امید بندھ گئی تھی۔ کراچی میں ایک دوست کے منہ سے یہ سنکر ہمارا دل جل گیا۔ کہ اگر اس قدر لوگ سکھ بن گئے۔ تو ہماری اہمیت تو مٹی میں مل جائے گی۔ پھر اس قوم میں ہمیں کون پوچھے گا؟ ذات پات کے کچھ شیدائیوں نے ڈاکٹر امبیدکر سے تار دیکر اپیل کی۔ کہ وہ سکھ نہ بنیں۔ کیونکہ سکھ جاٹوں اور دوسری اقوام کا سلوک پہلے ہی دوسرے سکھوں سے اچھا نہیں شیخوپورہ اور امرتسر کے کچھ غداروں نے مذہبی اور رامداسیہ سکھوں کے نام پر محض چند روپے لیکر اشتہارات اور اخبارات کے ذریعہ اچھوتوں کے نام اپیلیں کیں۔ کہ وہ سکھ نہ بنیں۔ کس قدر خوفناک گراوٹ ہے؟ کس قدر خوفناک غلامانہ و غدارانہ ذہنیت ہے؟ ان لوگوں کو یہی غم کھائے جا رہا تھا۔ کہ اگر اچھوت سکھ بن گئے۔ تو ہم دو کوڑی کے ہو جائیں گے۔ لیکن یہ بدبخت اس حقیقت سے ناآشنا تھے۔ کہ اگر پانچ چھ کروڑ اچھوت سکھ بن جاتے تو سکھ دنیا میں ایک بڑی قوم بن جاتے۔ وہ حکومت کے حصہ دار بن جاتے۔ اور ہر نقطہ نگاہ سے وہ فائدہ میں رہتے۔ ان کی شان آج کئی گنا زیادہ ہوتی۔ اچھوت بھی سردار بن جاتے۔ اور اس سے وطن کو بھی بہت فائدہ پہنچتا۔ مگر ان لوگوں میں بھی تیجا سنگھ اور لال سنگھ کی ذہنیت کارفرما تھی۔ ذات پات کے تعصبات کا یہ ذہنیت لازمی نتیجہ ہے۔ ایک مسلمان حکمران کی طرف سے ڈاکٹر امبیدکر کو ایک مسلمان ہو جانے پر ایک شہزادی کا ہاتھ اور لاری بھر سونا کی پیشکش کی گئی۔ اور تمام ہندوستان کے مسلمان اچھوتوں کو دائرہ اسلام میں لانے کے لئے کوئی بڑی سے بڑی قربانی کرنے کو تیار تھے۔ حتیٰ کہ تمام اسمبلیوں کی ممبریوں اور وزارتوں کے متعلق مسلمان لیڈروں نے اعلان کیا کہ اگر اچھوت مسلمان ہو جائیں۔ تو انہیں ہی دے دی جائیں گی۔ اور کسی مسلمان کو ان کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ مسلمانو کا یہ جذبہ اور سکھوں کا وہ جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

جب تک ذات پات کے توہمات ہیں۔ تب تک قومیت نہیں بن سکتی۔ اور نہ خالصہ پنتھ لفظ کے حقیقی معنوں میں پنتھ رہ سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ سکھ نوجوانوں میں قربانی کی سپرٹ پیدا کی جائے۔ اور ذات پات کے تعصبات کے خلاف علم جہاد بلند کر کے خالصہ پنتھ میں سے ان تمام تعصبات کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت کسی ایسی کتاب کے اوراق کو منتشر ہو کر ہوا میں اڑنے سے بچا نہیں سکتی۔ جس کا شیرازہ ٹوٹ چکا ہو۔ اور نہ وہ قوم بحیثیت قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ جس کے افراد ذات پات پیشوں اور مفاد کی بنا پر تقسیم ہو چکے ہوں۔ (شیر پنجاب)

مسلمانان چین کے تعلیمی و سیاسی حالات

مسٹر عثمان دو نے حیدرآباد دکن میں پچھلے دنوں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ ۱۹۲۷ء میں جب سے چین اور جاپان کی جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ چین میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ایک جدید دور ارتقاء میں داخل ہو گئی ہے۔ پہلا دور ۱۹۰۷ء میں شروع ہوا۔ جبکہ ہانگ دیانگ ہاوجیاں ترکی سے واپس آئے۔ جہاں وہ تقریباً چھ مہینے تک سلطان ترکی کے معزز مہمان رہے۔ ان کی واپسی پر انہوں نے قدیم وضع کے مکتبوں کے بجائے عصری مدارس کے قیام پر زور دیا۔ قدیم مکتبوں کی تعلیم مسجدوں میں دی جاتی تھی۔ جس میں چینی زبان کی بہ نسبت عربی اور فارسی پر زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی تھی۔ اما نگے ہانگ ہاوجیاں کی تجویز منظور کر لی گئی۔ اور ان کو مسلم طبقہ کی کامل تائید حاصل ہو گئی ہے۔ جونہی چار مسلم مدارس پیکنگ میں کھولے گئے ہیں۔ چین کے تمام ممتاز شہروں میں ان کا تتبع کیا جانے لگا۔ متعدد شہروں میں مسلم قائدین نے اپنے ہم مذہبوں کو دو زبانیں سکھانے کے لئے مدارس قائم کرنے کی سعی بلیغ کی۔

چینی مسلمان ۱۹۱۱ء میں مانچو حکومت کے زوال کے بعد ہی منظم ہو گئے۔ ایک کل چین ادارہ جو انجمن چینی ترقی اسلام کہلاتا ہے۔ چین کی جمہوریت کے پہلے سال میں بمقام پیکنگ قائم کیا گیا۔ جس کی شاخیں مختلف صوبوں میں پھیل گئیں۔ اس انجمن کا اولین مقصد یہ تھا۔ کہ چینی مسلمانوں میں مذہبی تعلیم اور عام تعلیم دونوں کو رائج کیا جائے۔ اور قرآن پاک کا چینی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ بایں ہمہ مالیہ اور فطری صلاحیت کی کمی کے باعث انجمن مذکور نے بجز قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرنے کے کچھ زیادہ کام نہیں کیا۔ اور رفتہ رفتہ رو تنزل ہوتی گئی

چینی نشاۃ ثانیہ کا دوسرا دور ۱۹۲۸ء میں شروع ہوا جبکہ چینی قومی انقلاب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جب چینی انقلابی افواج کی شمالی مہم سر ہو گئی۔ تو اس نے چینی مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مسلم نوجوانوں کے لئے چینی انقلاب کی کامیابی وجہ تحریک بن گئی۔ جونہی جنرل عمر چیانگ شئی جو اس وقت انقلابی فوج کے ہراول دستوں کے کمانڈر انچیف تھے۔ پیکنگ میں وارد ہوئے۔ تو جوشیلے مسلم نوجوانوں نے ان سے کہا۔ کہ وہ اپنے زیر قیادت قومی اسلامی تحریک کو آگے بڑھائیں۔ ایک عام جلسہ میں جو جنرل عمر شئی کے اعزاز میں منعقد ہوا تھا۔ جنرل موصوف نے چینی مسلمانوں کی بڑی کمزوری یہ بتائی۔ کہ ان میں تعلیم کی کمی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں تعلیم کی اہمیت پر بہت زور دیا اور کہا۔ چین میں اسلام کے زوال کا باعث روشن خیال قائدین کی کمی ہے۔ اگر ہم اپنے مذہب کو ایک بلند سطح پر رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اپنے ملک کی ترقی میں اضافہ کریں۔ تو تعلیم کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اس وقت سے چینی مسلمانوں کی ذہنیت میں زبردست تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک قومی اسلامی ادارہ کے متعلق غور کیا گیا۔ سارے چین میں یکے بعد دیگرے اسلامی نارمل اسکول کھولے گئے۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ آہنگ کی آئندہ نسل کو اس طرح تعلیم دی جائے۔ کہ وہ نہ صرف مذہب بلکہ موجودہ سائنس کو بھی سمجھ سکے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عام اسلامی مدارس کے قیام کو اس جوش کے ساتھ قائم کیا گیا۔ جس جوش کے ساتھ مذہبی مدارس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اسلامی رسائل کی تعداد جو چین کے مختلف شہروں میں شائع ہوئے ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں ۱۷ تک پہنچ گئی۔ ایک غیر مسلم چینی نے ۱۹۲۸ء میں قرآن پاک کا ترجمہ چینی زبان میں کیا۔ یہ ترجمہ جاپانی ترجمہ کی بنیاد پر کیا گیا۔ دوسرا ترجمہ ۱۹۳۱ء میں سنگھائی کے مسٹر ہارڈون نے کیا۔ ان دونوں ترجموں کو چینی مسلمانوں نے صحیح تسلیم نہیں کیا۔ ۱۹۳۲ء میں اہنگ وہانگ چیانگ شئی نے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کر لیا۔ اور اس کو انجمن چینی ترقی اسلام نے شائع کیا۔ صرف یہی ایک ترجمہ ہے۔ جس کو ایک چینی مسلمان نے کیا ہے۔ لیکن اس کو بھی اب تک مستند نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ محمد مکین جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل طالب علم آج کل شنگھائی میں ہیں۔ اور تراجم میں مصروف ہیں۔ اور جن میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ چین کے اکثر مسلم افراد اور مسلم طبقے اس عظیم الشان کام کے لئے ممکنہ سعی کر رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے چند ہی ایسے ہیں۔ جن کی سعی مشکور ہوئی ہے۔ ۱۹۳۱ء سے اب تک ہم نے طلبار کی چھ جماعتیں جامعہ الازہر کو بھیجی ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں۔ جنہوں نے باہر جانے سے پہلے چین کے نارمل مدارس سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

پہلی جماعت جو مسٹر شاکو کی قیادت میں روانہ کی گئی تھی۔ اس کا ارباب جامعہ الازہر نے گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اس کے چند دنوں کے بعد جامعہ الازہر میں چینی طلبار کا ایک حلقہ مسٹر شاہ کی صدارت میں قائم کیا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں اہنگ عبدالرحیم ماسنگ ناظم چنگ تا اسلامی نارمل سکول نے ہز میجسٹی شاہ فواد مصر کے حضور میں باریاب ہوئے اور چین کے مسلمانوں کا سلام پہنچایا۔ شاہ فاروق کی تخت نشینی کے بعد اہنگ عبدالرحیم پھر چین گئے۔ اور ہز میجسٹی کے حضور میں باریاب ہوئے۔

یہ امر فی الحقیقت چینی مسلمانوں کے لئے باعث صد عزو وقار ہے۔ کہ شاہ فاروق کی سرپرستی میں ۲۰ چینی طلبہ کو تعلیم کے لئے جامعہ الازہر میں داخل کیا گیا۔ اور ہز میجسٹی کے جیب خاص سے ان کے اخراجات ادا کئے جا رہے ہیں۔

اس لئے چینی طلبہ کے مشن کے لئے "شاہ فاروق فنڈ" قائم کیا گیا۔ اور ۱۹۳۷ء میں ۱۶ طلبار کو تعلیم کے لئے مصر روانہ کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۷ء تک ہم چینی طلبار کی ایک جماعت ہر سال مصر بھیجتے رہے۔ اب ان میں سے بارہ طلبار فارغ التحصیل ہو کر واپس آ گئے ہیں۔ اور مختلف نارمل مدارس میں تعلیم دے رہے ہیں۔ ۲۴ طلبار ابھی قاہرہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ سابق شاہ فواد موجودہ شاہ فاروق اور ارباب جامعہ ازہر نے چینی مسلمانوں کی جو مدد کی ہے۔ اس نے چینی مسلمانوں کو بہت متاثر کیا ہے۔ اور ان میں گہرا جذبۂ قدر شناسی پیدا کر دیا ہے۔ چین اور جاپان کی جنگ کے آغاز سے چین میں مسلمان نشاۃ ثانیہ کے ایک جدید دور میں داخل ہو گیا ہے۔ جو تیسرا دور ہے۔ اسلامی قائدین اسلامی علماء و فضلاء اور عوام جو چین کے مختلف رقبوں میں بستے تھے۔ جاپان کے مقبوضہ علاقوں سے نکل گئے۔ اور وہ جاپانی شہنشاہیت کو کچلنے کے لئے چینی مرکزی حکومت کو مدد دے رہے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں چینی اسلامی قومی نجات کا وفاق ہانکو میں قائم کیا گیا۔ اور جنرل عمر شئی اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ اس وفاق کا اولین مقصد یہ ہے۔ کہ چین کے مسلمانوں کو آمادہ کیا جائے۔ کہ وہ چین کی دفاعی جنگ میں مدد کریں۔ اس مقصد کے تحت سارے ملک میں وفاق مذکور کی تقریباً ۷۰ شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن نوجوانان اسلام قائم ہوئی۔ جس کے ارکان کی تعداد اس وقت تقریباً دو ہزار ہے۔ اس کے بعد مختلف جنگی منطقوں میں متعدد مسلم جنگی کوریں قائم کی گئیں۔ ان کا مقصد صرف یہی نہیں ہے۔ کہ وہ فوجی خدمت انجام دیں۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ مفاجاتی صورت حال میں عوام کی مدد کریں۔ خصوصاً ہوائی حملہ کے دوران میں مسلم جنگی کور جس کی تعداد ۳۳ ہے۔ اس وقت تین ہزار سے زیادہ اراکین پر مشتمل ہے۔ مزید برآں اسلامی قومی وفاق اپنے تربیتی کام اور تربیتی جماعتوں کو چین کے تمام مسلم طبقوں کے درمیان وقت دے رہا ہے۔ چینی قومی روحانی تحریک کے تحت بھی مسلمان ماہانہ کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ حج زیارت مکہ اور مشرق قریب مشرق وسطی اور جنوبی سمندر کے مختلف ممالک کے ساتھ خیر سگالی کے مشن منظم کئے گئے۔ اور ۱۹۳۸ء و ۱۹۳۹ء میں ان کو بھیجا گیا۔

جاپانی حملہ آوروں نے چین میں جو کچھ کیا۔ اور جو کچھ وہ نہیں کر سکے۔ اس کا علم مذکورہ بالا مشنوں کے ذریعہ سے چین کے باہر مسلم بھائیوں کو ہو گیا۔ ۱۹۳۹ء میں اسلامی تہذیبی مطالعہ کی انجمن قائم کی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ فلسفہ اسلام ادب اور سائنس میں تحقیقاتی کام کو ترقی دی جائے اس کے اراکین میں کئی غیر مسلم چینی علماء شامل ہیں۔

مذکورہ بالا امور کے علاوہ وفاق مذکور ان مسلم طلبار کی مدد کر رہا ہے۔ جو جاپان کے مقبوضہ علاقہ سے تخلیہ کر کے آئے ہوئے ہیں۔ اور مسلم نوجوانوں میں کاشتکاری اور خود اکتفائی کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے کیلون میں ایک مزرعہ قائم کیا گیا ہے۔ نیز ہسی چیانگ میں ایک باغبانی کا کارخانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔

آخر میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ چینی اسلامی تحریک موجودہ جنگ میں ایک فیصلہ کن منزل تک پہنچ گئی ہے۔ چینی مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی مادر وطن کے لئے اور اپنی زندگی کا معیار بلند کرنے کے لئے سخت محنت کرتے ہیں۔ آج ان کا نعرہ یہ ہے۔

"قومی تعمیر نو اور اسلامی نشاۃ ثانیہ" وہ جنرل عمر شئی کی خدمت میں جاپانی ارباب جنگ کے خلاف جنرل السمو چیانگ کائی شک کی مدد کر رہے ہیں۔ اور آخری فتح تک اپنا آخری قطرہ خون بہانے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کی مساعی سے نہ صرف چین کو آزادی و خود مختاری حاصل ہو گی۔ بلکہ ساری دنیا نئی بنیادوں پر تعمیر ہو سکے گی۔

تین عالمگیر لڑائیاں

دنیا کی تین بڑی لڑائیوں کے اسباب نوعیت اور واقعات کا موازنہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ یہ تینوں عالمگیر لڑائیاں یہ ہیں:۔ (۱) چوتھین اعظم کی لڑائیاں جو ۱۸۱۵ء میں ختم ہوئیں۔ (۲) گذشتہ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک (۳) موجودہ عالمگیر لڑائی جو ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی۔

اس میں شک نہیں کہ آئندہ ایسا کوئی فاضل مورخ نکلے گا۔ جو ایک بہت بڑی تصنیف اس موضوع پر دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں۔ کہ ہم خود اسکی طرف توجہ نہ کریں۔ اور حالات واقعات پر نگاہ نہ ڈالیں۔

جن تین لڑائیوں کا ذکر اوپر کیا گیا۔ وہ صرف ایک نہیں بلکہ چند معنوں میں عالمگیر لڑائیاں تھیں۔ اس لئے کہ وہ ایک سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ "براعظموں" میں لڑی گئی تھیں۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے ممالک کی قسمتوں کا فیصلہ ہوا تھا۔ ان لڑائیوں کے اسباب و خواص میں مناسبت اس لئے نہیں ہے۔ کہ ان میں آورشوں یا شخصیتوں کا عمل ایک جیسا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے جغرافیائی۔ نسلی اور قومی عناصر میں ایک بنیادی رشتہ تھا۔ کسی دو اشخاص کے کیرکٹر اور قابلیتوں میں نپولین اور ہٹلر سے زیادہ فرق نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دونوں کی کوششیں اور مہمات ایک ہی بات پر چل رہی ہیں۔

دونوں نے یہی ایک بات دیکھی۔ کہ انگلستان آزادی کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اسی پر دونوں نے حملہ کرنا چاہا۔ دونوں نے اپنی فوجوں کو بولون کے قریب جمع کیا۔ اور وہاں سے انگلستان کو دھمکی دی۔ لڑائی کے دوران میں دونوں کو یہی کرنا پڑا۔ کہ برِّ اعظم یورپ کے زیادہ ممالک پر قبضہ کریں۔ اور آخر کار روس پر حملہ کریں۔ جس کے نتائج خود دونوں کے لئے خراب ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ بنیادی حالات کے تقاضوں نے دونوں کو ایک ہی طرح کی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

دنیا کی تاریخ پر جو بنیادی حالات اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان میں آورشوں کے فرق کو زیادہ امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ غور کیجئے کہ اٹھارھویں صدی کی فرانسیسی جمہوریت اور موجودہ زمانہ کے فیشزم میں کیسا آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ جہاں تک آورشوں کا تعلق ہے۔ ان میں قطبین کا فاصلہ موجود ہے۔ بلکہ یہ دونوں سسٹم ایک دوسرے کے منافی واقع ہوئے ہیں۔ یہ امر اسی وقت واضح ہو گیا تھا۔ جبکہ ۱۷۹۱ء میں قسطائی کامنیالی نے وحشی فرانس کے فرمانروائوں کو یہ ترغیب دی۔ کہ وہ انقلاب فرانس کے اصولوں کو خیرباد کہہ دیں۔

تاہم اصولوں اور آورشوں کے اس اختلاف نے جنگ اور ملک گیری کے پروگرام پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے۔ اور اب بھی نازوے سے لیکر بلقان تک "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔ مشرق میں ایشیا کی مشترک خوشحالی کا جاپانی نعرہ بھی اسکی صدائے بازگشت ہے۔ فرانس نے انقلاب کے زمانہ میں آزادی مساوات اور برادری کا اصول جاری کیا تھا۔ جاپان بھی آج اٹھارھویں صدی کے جمہوری فرانس کی طرح یہی دعویٰ کر رہا ہے۔ کہ وہ قوموں کو آزاد کرائے گا۔ لیکن دونوں حالتوں میں حقیقی نتیجہ یہی برآمد ہوا ہے۔ کہ "آزاد کردہ" ملک کو بھاری سے بھاری زنجیریں پہنا دی گئی ہیں۔ اور محکومی و غلامی کی تلخیوں میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔

مشترک جنگی حالات

مذکورہ بالا تینوں لڑائیوں میں جو جنگی حالات مشترک ہیں۔ ان کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ان مختلف شریک جنگ ممالک کے ریکارڈوں پر غور کیا جائے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس سلسلہ میں ہمیں انگلستان کی حالت پر سب سے پہلے غور کرنا پڑے گا۔ آزادی کی اس سرزمین نے تقریباً تین صدیوں سے ہمیشہ بڑے بڑے جارحانہ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہے۔ اس نے لوئس چاردہم۔ نپولین۔ قیصر ولیم اور ہٹلر کی دھمکیوں اور جارحانہ کارروائیوں کو نیچا دکھایا ہے۔ اس نے ان قوموں کی امداد بھی کی ہے۔ جو مذکورہ بالا حملہ آوروں کے مقابلہ میں آئی ہیں۔

بعد کو دو اسباب کی بنا پر انگلستان کی صورت حال اور بھی بہتر ہو گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ امریکہ اس کے پہلو بہ پہلو اسلحہ بند ہو کر کھڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ ڈومینیول کی پوری تائید بھی انگلستان کو حاصل ہے۔ جنوبی افریقہ کناڈا اور آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ وغیرہ اگر چاہتے تو الگ تھلگ رہ کر خود کو محفوظ رکھ سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنا خلاف شان سمجھا۔ اور حملہ آور کے سامنے کھڑے ہو جانے کو ترجیح دی۔ ان کی فوجیں ہر محاذ جنگ پر پہنچ گئیں۔

ہندوستان

یہ بھی قابل غور امر ہے۔ کہ تینوں عالمگیر لڑائیوں میں جارحانہ طاقتوں نے ہندوستان کو بھی اپنی نگاہ میں رکھا۔ اور اس پر قبضہ کرنا چاہا۔ جب نپولین مصر میں تھا۔ تو ہندوستان ہی پر حملہ کرنا اس کا اصلی مقصد تھا۔ دوسری عالمگیر لڑائی میں بھی قیصر جرمنی اور جاپان دونوں طرف سے ہندوستان کو گھیر لینا چاہتے ہیں۔ لیکن ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے۔ کہ تینوں لڑائیوں میں ہندوستان نے حملہ آوروں کو دندانِ شکن جواب دیا ہے۔ نپولین کی جنگ کے زمانہ میں ہندوستان ہی کی ایک فوج مصر میں اتری تھی۔ اور فرانسیسی فوج کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا تھا۔ ۱۹۱۸ء میں بھی ہندوستانی فوجوں نے مصر۔ شام۔ عراق اور فرانس وغیرہ میں یہی خدمات انجام دیں۔ اس جنگ میں بھی ہندوستانی فوجیں بہت سے مورچوں پر سرگرم کار ہیں۔

مصر کی پوزیشن

ان تینوں لڑائیوں میں مصر کی پوزیشن تقریباً ایک سی رہی ہے۔ اسکی پوزیشن یہ ہے۔ کہ وہ ہندوستان کو فتح کرنے کا ایک راستہ سمجھا جاتا ہے۔ حملہ آوروں کا اصلی مقصد ہندوستان ہی ہوتا ہے لیکن وہ جانتے ہیں۔ کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ مصر ہی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ مصر کو محکوم نہ بنائیں۔ تو ہندوستان پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس وقت بھی ہندوستان کا اصلی مورچہ مصر ہی میں قائم ہے۔ اور جنرل رومیل پہلے مصر ہی پر حملہ آور ہوا ہے۔ اس عمل میں وہ نپولین کے قدم بہ قدم چل رہا ہے۔

روس

روس کی حالت چند پہلوؤں سے ہندوستان کے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس نے تینوں لڑائیوں میں تقریباً ایک سا پارٹ ادا کیا ہے۔ روس نے ہر لڑائی میں جارحانہ طاقتوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا ہے۔ اور دشمن کی بہت سی بہترین فوجوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ روس ہی میں نپولین کی سب سے بڑی فوج موت اور اسیری کا شکار ہو گئی تھی۔ دوسری عالمگیر جنگ میں بھی جرمن جنرل ہنڈنبرگ اور لڈنڈرف دروف فوجوں کا روسی فوجوں نے خوب مقابلہ کیا تھا۔ اور روسی فوجوں ہی کا وہ کارنامہ تھا۔ جس نے جنگ سالان کا مقابلہ جرمنوں کے حق میں نہ ہونے دیا۔

موجودہ عالمگیر جنگ میں روسی فوجوں نے بیشمار جرمن سپاہیوں اور ٹینکوں وغیرہ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ نپولین کی طرح ہٹلر کے بھی ناقابل شکست ہونے کا افسانہ روس میں غلط ثابت کر دیا ہے۔ اور آج بھی روس کا وہی پرانا فنِ جنگ کارآمد ہے۔ جو پہلے کارآمد ہوا تھا یعنی (۱) دفاعی حرکت (۲) مناسب وقت پر جارحانہ حملہ (۳) سب کچھ پھونک کر دشمن کو نقصان پہنچانے کا طریقہ۔ اسٹالن کا سیاسی کارنامہ بھی ہمیں ان تدبیروں کو یاد دلاتا ہے۔ جو زار الیگزینڈر نے نپولین کے لئے استعمال کی تھیں۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ زارِ روس نپولین کا بڑا دوست اور قدردان تھا۔ اس نے تلسٹ کے مقام پر نپولین سے ایک دوستانہ معاہدہ بھی کیا تھا۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ربن ٹراپ اور مولوٹوف کا معاہدہ جس کے ذریعہ پولینڈ کو روس اور جرمنی کے درمیان تقسیم کر لیا گیا تھا۔

جرمن حملہ

جب نپولین انگلستان کی زبردست مدافعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو توڑنے میں ہر طرح ناکام ہو گیا۔ تو اس نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ روس پر قبضہ کر کے یورپ میں برطانی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے۔ ہٹلر کی روسی مہم بھی اس سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اور اس کو بھی وہی تباہ کن نتائج برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ جو نپولین کو برداشت کرنے پڑے تھے۔ نپولین کے زمانہ میں کسی کو یہ امید نہ تھی۔ کہ روس کوئی ایسا فوجی کمانڈر پیش کر سکے گا۔ جو جنگ میں نپولین کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن جنگ باسکو میں روسی جنرل کوٹوسوف نے یہ ثابت کر دکھایا کہ فرانسیسی فرمانروا کا مقابلہ اس طرح کیا جاتا ہے۔ آج ہمارے زمانہ میں جنرل ٹموشنکو اور دور شیلوف نے وہی کارنامے پیش کئے ہیں۔ اور جرمن کمانڈروں کو لوہے کے چنے چبوا دیئے ہیں۔

جنگ میں شکستوں کے متعلق ہٹلر کے پاس بھی وہی بہانے موجود ہیں۔ جو نپولین کے پاس موجود تھے۔ یعنی روسی موسم سرما کی شدت اور جرمن فوجوں کی مصیبتیں۔ لیکن یہ موازنہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا۔ روسی لڑائی کے بعد زار روس نپولین کا سخت ترین دشمن بن گیا تھا۔ اور اس نے اس وقت تک دم نہیں لیا۔ جب تک کہ پیرس میں داخل ہو کر نپولین کو قید کرانے اور اسے ایلبا بھیجنے میں حصہ نہ لیا۔ اس وقت بھی اسٹالن اور اہل روس میں ایک ایسی ہی اسپرٹ کام کر رہی ہے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس جنگ کو وہ برلن ہی میں ختم کریں گے۔ روس کی حالت میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ کس طرح قومی اسپرٹ جدید زمانہ کے نئے خیالات و مقاصد سے بھی بلند ہو کر پرواز کر سکتی ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ روسیوں نے خواہ وہ زار کی حکومت میں ہوں۔ یا سوویٹ کی ڈکٹیٹری میں ہمیشہ ایک ہی بلند قومی جذبہ کا مظاہرہ کیا ہے اس روسی اسپرٹ کے مقابلہ میں جب ہم فرانس کا حال دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں افسوس ہوتا ہے۔ بلند ترین قومی روایات کی اس سرزمین نے ایک ایسی قومی پھوٹ اور جرمن فاتح کی محکومی کی اسپرٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس کی توقع اس سے کبھی نہ کی جا سکتی تھی۔ پیٹان اور لاوال جیسے لوگوں کے تحت میں وہ صرف اپنی سیاسی زندگی ہی کی نہیں۔ بلکہ روحانی زندگی کی بھی انتہائی پستی میں پہنچ گیا ہے۔ صرف وہ لوگ جو جنرل ڈیگال کی رہنمائی میں ہمت و استقلال سے کام کر رہے ہیں۔ پرانی فرانسیسی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ دنیا کی تینوں بڑی لڑائیوں میں فرانس نے تین اقسام کے کارنامے پیش کئے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔ پہلی عالمگیر جنگ میں اس نے خود ایک جارحانہ قدم اٹھایا تھا۔ اور حملہ آور کی حیثیت سے تقریباً بیس سال تک لڑتا رہا تھا۔ اور آخر کار تھک کر ہار گیا تھا۔ ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم میں اس نے دفاعی مورچہ پر چار سال تک قابل قدر کارنامے پیش کئے تھے۔ اور اپنی ہمت و استقلال کا اچھا مظاہرہ کیا تھا۔ اور اس تیسری عالمگیر لڑائی میں اس نے صرف تھوڑی مدت تک جنگی سرگرمی دکھلانے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور نازی بیڑیاں اپنے قدموں میں ڈال لیں۔

مختصر خلاصہ اگر مختصر خلاصہ کے طور پر اب تینوں عالمگیر لڑائیوں کی نوعیت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو دلچسپ ہوگا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ تاریخ کے بنیادی عناصر بھی واضح ہو جائیں گے۔ اور نئی پالیسی کے لئے رہنمائی بھی حاصل ہو جائے گی۔ مثلاً جو لوگ مغربی یورپ میں قبل از وقت ایک "دوسرا محاذ" قائم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کے لئے گذشتہ عالمگیر لڑائیوں کا سبق موجود ہے۔ وہ سبق یہ ہے۔ کہ خود نپولین ہی نے برطانیہ کو ایک دوسرا محاذ قائم کرنے کا موقعہ اس وقت دیا تھا۔ جب اس نے اسپین اور پرتگال پر قبضہ کرنے کے لئے جزیرہ نما ابیریا پر حملہ کیا تھا۔ اس کی اسی احمقانہ حرکت نے برطانیہ کو بہترین موقعہ دیا ہے۔ (باقی)

آدمیت کا ایک پہلو

آدمیت کا ایک پہلو یہ ہے۔ کہ انسان پر پوری طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک اس کے پیشے کا۔ دوسرا شہری کی حیثیت سے۔ ہمارے دیسی کاروبار اس لئے ترقی نہیں کر سکے۔ کہ انہیں مستقل مزاجی سے نہیں کیا جاتا۔ ذرا مشکل آئی نہیں کہ اسے بدلا نہیں۔ بہت سے پیشے تو لیت و لعل کے لئے ہی بدنام ہیں۔ مثلاً۔ سنار۔ موچی درزی دھوبی۔ ان کے وعدے اکثر کم ہی پورے ہوتے ہیں۔ اس کوتاہی اور وعدہ خلافی سے کام بگڑتا ہے۔ ان کے ساتھ ان پیشوں کی بدنامی ہوتی ہے۔ یہ پیشے کرنے والے اتنا بھی نہیں کما پاتے۔ جس کے حقدار یا امیدوار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اس کمزوری کو تقدیر اور خدا کے ماتھے مڑھتے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک وقت پر کام کر کے کبھی دیں۔ تو انہیں یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ ہماری اجرت وقت پر اور پوری پوری مل بھی جائے گی۔ اس طرح دونوں طرف ہی اعتبار اور یقین کا فقدان ہے۔ یہ تو ہوا ذاتی پہلو۔ اب آپ اجتماعی پہلو پر غور فرمائیے۔ ہر ایک شہری کے کچھ حقوق ہیں۔ ان کا احترام ہونا چاہیئے۔ اگر خود تکلیف بھی اٹھانی پڑے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر دوسروں کو آپ کے خلاف زبان کھولنے کا موقعہ نہ ملے۔ آپ دوسروں کے شہری حقوق کا احترام کرتے ہوئے اپنے فرائض سرانجام دیں۔ راہ چلتے ہوئے ریل میں سفر کرتے ہوئے آپ اپنا طریقہ ایسا رکھیں۔ کہ دوسروں کو شکایت نہ ہو۔ سستی یا بے پروائی سے کیلے۔ نارنگی اور آم کے چھلکے عام گذرگاہ پر نہ پھینکدیں۔ ممکن ہے کسی کی پھسل کر ٹانگ ہی ٹوٹ جائے۔ اگر ٹانگ نہ بھی ٹوٹے گی۔ تو مکھیاں ضرور بھنبھنائیں گی۔ بیماری کا باعث ثابت ہونگی آپ ہاتھ میں چھڑی یا چھاتہ لے کر تو چلیں۔ مگر اس سے دوسروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ کسی کی آنکھ پھوٹنے کا خطرہ نہ ہو۔ کسی کو سڑک پر گھائل دیکھ کر یا بیماری سے نیم مردہ پا کر آپ اپنی راہ چلنا جاری نہ رکھیں۔ آپ سے قدرتی طور پر یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ آپ اسے اٹھا کر ہسپتال میں پہنچا دیں۔ آپ کو اپنی شہری زندگی کے فرائض کا بخوبی احساس ہونا چاہیئے۔ اور ان کی تکمیل و حفاظت کا بھی۔ اگر وہ خطرے میں ہیں۔ تو آپ کے اندر پروٹسٹ کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کے لئے قربانی دینے کی اہلیت ہونی چاہیئے۔ یہ آدمیت کی ایک علامت ہے۔

مشین کے کٹے ہوئے چاول

عام طور پر مشین کے کٹے ہوئے چاول استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ طریقہ صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ چاولوں کے اوپر ہلکے گلابی رنگ کا ایک باریک پرت مشین کی کٹائی میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اور یہ وٹامن بی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وٹامن بی ہماری صحت کے لئے بہت ہی ضروری ہے اسکی عدم موجودگی میں ایک خاص مرض بیری بیری ہو جاتا ہے۔ جسمیں ہاتھ پیر سست۔ بدن سن اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ تجربے کے طور پر بہت سی چڑیوں کو مشین کے کٹے ہوئے چاول کھلائے گئے۔ تو انہیں مرض بیری بیری ہو گیا۔ جب ان کو چاولوں کے اوپر کا پرت پانی میں جوش دیکر پلایا گیا۔ تو وہ بھی اچھی ہو گئیں۔ عام طور پر گھروں میں چاولوں کی پیچھ پھینک دی جاتی ہے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کیونکہ

ہ چاولوں میں جو وٹامن بی پایا جاتا ہے۔ وہ پانی میں حل ہو جاتا ہے۔ اور جب پیچھ اتاری جاتی ہے۔ تو یہ وٹامن بی نکل جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کے گورمکھی اور ہندی تراجم کے متعلق سکھ اور ہندو صاحبان کیا فرماتے ہیں؟

جناب سردار بیل سنگھ صاحب ایم۔ اے

پرنسپل رندھیر کالج کپورتھلہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ جناب نے ترجمہ کے متعلق میری رائے طلب کی تھی۔ دس پندرہ صفحات ہر مرتبہ پڑھتا رہا۔ اور اب ایک دفعہ ختم کر چکا ہوں۔ میں نے پہلے انگریزی میں بھی ترجمہ پڑھا ہے۔ لیکن جو حظ اور فائدہ مجھے آپ کے ترجمہ سے نصیب ہوا ہے۔ وہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ اب میرے بچے یہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ایسا عمدہ اور سلیس ترجمہ شائع کر کے تمام پنجابیوں پر عموماً اور سکھوں پر خصوصاً بہت بڑا احسان کیا ہے کیونکہ سچائی سچائی ہی ہے۔ خواہ کسی جگہ سے ملے۔ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ اگر بہت سے پنجابیوں نے اس ترجمہ کو پڑھا۔ تو وہ غلط فہمیاں جو خود غرض اشخاص نے یا جہالت اور ناواقفیت نے پھیلا رکھی ہیں۔ دُور ہو جائیں گی۔ خدا آپ کو اس محنت کا اجرِ عظیم دے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے ایسا تحفہ دیا۔ جو دینی اور دنیاوی ترقی میں مدد دینے والا ہے۔

ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے

گورمکھی لٹریچر میں آج رسالہ "پھلواڑی" کا پایہ بہت بلند ہے۔ اس رسالہ کے لائق ایڈیٹر جناب گیانی ہیرا سنگھ صاحب درد اپنے مزدری ۳۶ء کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ چھپوایا ہے۔ ۷۲۸ صفحات ہیں۔ کپڑے کی سنہری جلد ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ دنیا کے ایک بڑے مذہب کی مذہبی کتاب کا گورمکھی میں ترجمہ چھپا ہے۔ مذہب اور روحانیت کے خواہشمندوں کو ہر ایک مذہب کی مقدس کتب کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ گورمکھی پڑھے ہوؤں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے۔ کہ جنہوں نے گورمکھی دانوں کے لئے فرقانِ حمید کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور کی اس اولوالعزمی کو دیکھ کر سکھوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی مذہبی کتب اور گورو صاحبان کے مقدس اقوال کا دیگر السنہ میں ترجمہ کر کے اصل لاگت پر دینے کا انتظام کریں۔

جناب سردار عطر سنگھ صاحب گورنر صوبہ کشمیر

تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مجھے قرآن شریف کے مطالعہ کا بیحد شوق تھا لیکن عربی سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے آج تک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ قرآن مجید کا ترجمہ ارسال فرما کر آپ نے میرے مدت کے شوق کو پورا کیا۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ بلاشبہ آپ نے گورمکھی زبان میں ترجمہ کر کے گورمکھی دانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور اسلام کی بڑی بھاری خدمت بجا لائے ہیں

جناب گیانی دیدار سنگھ صاحب بی۔ اے

(فاضل سکھ مذہب) سابق ہیڈ ماسٹر ہائی سکول توگل والا ضلع گورداسپور سے لکھتے ہیں۔ کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے قرآنجید کے گورمکھی ترجمہ کو نہ صرف میں نے پڑھا ہی ہے۔ بلکہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کے مطلب کو سمجھا ہے۔ بلاشبہ اس ترجمہ نے ایک دیرینہ کمی کو پورا کیا ہے۔ جو گورمکھی دانوں میں خصوصاً عرصہ سے ضرورت تھی۔ کیونکہ مادری زبان اپنے اندر جو جذب اور دل میں عمیق اثر ڈالتی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ آج تک کروڑوں مسلمان بھائی قرآنجید کی تلاوت بلا ناغہ کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ان میں گنتی کے ہی چند دوست ہوں گے۔ جنہوں نے اسکی اصلیت اور حقیقی تاثرات سے فائدہ اٹھایا ہو۔ سردار صاحب کی یہ کوشش قابل تحسین ہے۔ کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب کی تعلیم کو ہو بہو دینداروں تک پہنچایا ہے۔ جو عربی نہیں جانتے تھے۔ مگر ان کی ارواح فرقان پاک کی تعلیم سے مستفیض ہونے کیلئے تڑپ رہی تھیں۔ آیتوں اور رکوع کے باقاعدہ نمبر دیکر متن کے ساتھ ساتھ چلنے کے خیال کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جس سے عربی پڑھے ہوئے دوستوں کو اصل سے مقابلہ کرنے کیلئے کوئی دقت اٹھانی نہیں پڑتی۔ قصہ کوتاہ مترجم نے اس اولوالعزمی یعنی قرآن پاک کے گورمکھی ترجمہ سے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان جو آزردگی اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل ہے کو پاٹنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ دلی دعا ہے۔ کہ پرماتما ان کی اس نیک کوشش کو بار آور فرمائے۔

سردار دیوی سنگھ صاحب گرنتھی

خان پور (ریاست بہاولپور) سے لکھتے ہیں۔ کہ "میں نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ پڑھا۔ میں سردار محمد یوسف صاحب کی قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو انہوں نے جگت اُدھار (دنیا کی نجات) کیلئے اس پاک کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور مخلوق خدا کیلئے نور خدا کا چشمہ کھول دیا ہے۔ چند روز ہوئے۔ سردار محمد یوسف صاحب نے اپنی تیار کردہ کتابیں سکھ اور مسلم اتحاد مسلمانوں کے احسان سکھوں پر فرمودہ نانک دیو۔ اور بابا نانک بغور پڑھیں۔ میں نے تقریباً سب خالصہ تواریخیں دیکھی ہیں۔ جو کچھ سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ یہ عین حقیقت ہے Open Fact ہے قرآن شریف کے اپدیش (ہدایات) سب شری گورو گرنتھ صاحب کے مطابق ہیں۔ سچ پوچھو تو سکھ اور مسلمان دو بھائی ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ان بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کو گلے ملایا ہے۔ میں سردار صاحب کو ان کی ان کامیاب کوششوں کے لئے مبارکباد دیتا ہوں۔ جو اس مقدس کتاب (قرآن شریف) کے گورمکھی ترجمہ کو خلق خدا کے سامنے پیش کر کے ایک پر اوپکار (سب سے بڑا کار خیر) بجا لائے ہیں۔ واہگورو جی آپ کو اس سے زیادہ طاقت بخشیں۔ آمین"

جناب سردار سادھو سنگھ صاحب ایس ڈی رحیم یار خاں

تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے دل میں قرآن شریف کے پڑھنے کا بیحد شوق تھا۔ مگر بدیشی بھاشا میں ہونے کی وجہ سے میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا اب حال میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ بڑی محنت سے عام فہم گورمکھی زبان میں کیا ہے۔ جو خاکسار کو اپنے دوست بابو غلام محی الدین صاحب کے ذریعہ ملا ہے۔ جس نے میری خواہش کو اس طرح پورا کیا ہے۔ جس طرح ایک خشک درخت بروقت آبیاری سے سرسبز ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ فاضل مصنف نے ترجمہ کرنے میں کمال عقلمندی سے کام لیا ہے۔ زبان نہایت شستہ ہے۔ ایسے کارِ نمایاں کی اسلام میں یہ پہلی نظیر ہے۔ یقیناً آپ کا یہ کارنامہ مذہبی دنیا میں قابل تعریف ہے۔ اور مذہب اسلام کے لئے خاص طور پر قابل فخر ہے"

قرآنجید کا گورمکھی ترجمہ: سائز ۲۶×۲۰/۸ صفحات ۷۲۸ کاغذ عمدہ چھپائی نہایت نفیس جلد سنہری گتہ کی لاگت سات روپے تبلیغی نقطہ خیال سے برائے نام ہدیہ صرف پانچ روپے اول کاغذ تین روپے کی تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں دوست جلدی درخواستیں بھیجیں۔ ورنہ یہ سنہری موقعہ پھر ہاتھ نہ آئیگا

قرآنجید کا ہندی ترجمہ: یہی سائز اور یہی صفات ہدیہ تین روپے پانچ روپے بلحاظ کاغذ و جلد محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: مینیجر اخبار نور۔ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرۂ آفاق ادویہ

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ خارش چشم۔ پانی بہنا دھند۔ غبار۔ پڑ بال۔ ناخونہ گوٹا بخنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ یہ سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھتے ہیں۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائے ہیں۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان مبارک میں تو موتی سرمہ ہی مقبول ہے۔ لہذا آپ کو بھی یہ موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے

حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "میں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کا موتی سرمہ استعمال کر کے اسے بہت مفید پایا۔ گذشتہ دنوں مجھے یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ کہ زیادہ مطالعہ یا تصنیف سے آنکھوں میں درد ہونے لگتا تھا۔ اور دماغ میں بوجھ رہنے کے علاوہ آنکھوں میں سرخی بھی رہتی تھی۔ ان ایام میں میں نے جب بھی آپ کا موتی سرمہ استعمال کیا۔ مجھے یقینی طور پر فائدہ ہوا۔"

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مصیبت نہیں اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ۔ اعضاء میں نئی ترنگ۔ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا کمزور کو زور آور اور زور آور کو شہ زور نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اس اکسیر پر ختم ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خاں صاحب کوٹ رحمت خاں

سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میرے جسم میں جسقدر خطرناک عوارض تھے مثلاً فالج۔ پسلی کا درد۔ پیشاب کا جلن سے آنا۔ اکسیر البدن کے ذریعہ ان سب کو آرام آگیا۔ آپ جس دیانتداری سے ادویات تیار کرتے ہیں۔ اسکی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی ادویات کی تعریف جو اشتہاروں میں درج ہے۔ ان کے اثرات اس تعریف سے بے انتہا بلند ہیں۔

اکسیر اکبر

جس کا اثر مستقل ہے

اکسیر البدن کے علاوہ اس میں حسب ذیل اجزاء شامل ہیں:۔ سونے کا کشتہ۔ کستوری۔ عنبر۔ یوہمبین وغیرہ۔ اس کے فوائد کے کیا کہنے۔ یہ ایک ہی لاثانی دوا ہے۔ اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی اور پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔ ضعف دل۔ ضعف دماغ ضعف اعصاب۔ ضعف ہاضمہ۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا دل کی دھڑکن۔ سر کا چکرانا۔ آنکھوں میں اندھیرا آنا۔ بے چینی۔ سستی اداسی۔ ذرا سے کام سے دل کا کانپنا۔ جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کیلئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے۔ لاگت کے مقابلہ میں قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک کی قیمت بیس روپے (عنہ) محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر اکبر سے ۵۴ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان بن گیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد خاں صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن

فورٹ لاکھارٹ ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "اکسیر اکبر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی۔ ایک مریض کو جسکی عمر پینتالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور جسکو کمزوری قریباً بیس سال سے تھی استعمال کرائی گئی۔ اور دوران استعمال میں حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی۔ جو سینکڑوں مقوی ادویہ کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی۔ یعنی اکسیر اکبر کے استعمال سے اسکی صحت ایسی ہو گئی۔ جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چڑھتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔" اکسیر اکبر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں رکھتی آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے۔

تریاق اعظم

اس ایک ہی تریاق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے۔ گھر میں اس تریاق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ سفر میں اسکی ایک شیشی کا آپ کی پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ میں ہیں۔ اس کے ہر قطرہ میں آبحیات اور ہر مرض کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سر کے درد۔ پسلی کے درد۔ گنٹھیا کے درد۔ عرق النسار کے درد۔ معدہ کے درد۔ جگر کے درد غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کے لئے تیر بہدف ہے۔ جلے ہوئے آبلوں تلی۔ بخار۔ ہیضہ۔ بدہضمی کے لئے اکسیر ہے۔ قصہ کوتاہ قریباً دو صد امراض کا یہ ایک ہی علاج ہے۔ مفصل حالات پر چہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت فی شیشی دو روپے چار آنے محصول ڈاک علاوہ

تریاق اعظم سے جاں بلب مریض کو شفا ہو گئی

جناب مسٹر خلیل الرحمن صاحب اپر ایرا بزرویٹری آگرہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "میں نے تریاق اعظم نامی دوا آپ سے منگوائی میں اسکی جسقدر بھی تعریف کروں کم ہے۔ یہ تریاق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ میرے پڑوس میں ایک جاں بلب مریض کو اس تریاق سے فوراً شفا ہو گئی۔ اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں۔ جن میں آڑے وقت میں یہ تریاق اعظم تیر بہدف ثابت ہوئی۔ آپ نے ایسی دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر اسے زندگی کا رہبر کہا جائے تو بجا ہے۔ ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیں۔"

اکسیر بواسیر

یہ نامراد موذی مرض انسان کا خون نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے۔ اسکی مصیبت کو کچھ وہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔ جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ پڑا ہو۔ ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ یہ کسی قسم کا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے جڑ سے اکھاڑ کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ قیمت تین روپے محصول ڈاک علاوہ۔

تین شیشی اور بھیجئے

جناب بابو سالم اکبر صاحب ہیڈ کلرک اچھاپور نواب گنج سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "میں نے اپنے ایک دوست کے لئے پہلے بھی اکسیر بواسیر نامی دوائی آپ سے منگوائی تھی۔ جس سے وہ دوست ایک سال تک بہت اچھے رہے۔ ان کو دیکھ کر اب اور مریضوں نے بھی خواہش ظاہر کی ہے۔ لہذا ہدیدن خط ہذا تین شیشی اکسیر بواسیر اور بذریعہ وی۔ پی بھیجکر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔"

اکسیر بچگان

یہ دوا چھوٹے بچوں کے لئے واقعی اکسیر ہی ہے۔ اسی لئے اس کا نام اکسیر بچگان رکھا گیا۔ اسہال ہر قسم پیچش اور بچوں کے سوکھا پن وغیرہ کیلئے یہ دوا بفضل خدا تیر بہدف ہے۔ سبز رنگ کے اسہال اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوکھا پن وغیرہ سے اکثر بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دوا ان عوارض کیلئے تریاق ہے۔ اور پھر بڑی عمر والوں کے لئے بھی اسہال پیچش وغیرہ میں یہ دوا بہت مفید ہے۔ ایک شیشی کی قیمت صرف دو روپے محصول ڈاک علاوہ

موتی دانت پوڈر

سیلے دانت جملہ بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی اس کا استعمال شروع کر دیں۔ جو دانتوں کی جملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں فولاد کی طرح مضبوط اور بدبو دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی جو مدت تک کافی ہے۔ ایک روپیہ محصول ڈاک علاوہ۔

رفیق زندگی

گرم مزاج والوں کے لئے بے نظیر تحفہ ہے۔ مفرح دل اور مقوی دماغ جس سے جوہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے۔ بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد۔ دل ہر وقت دھڑکتا۔ سر چکراتا۔ آنکھوں میں ہر وقت اندھیرا آتا۔ اٹھتے وقت ستارے سے دکھائی دیتے۔ بے چینی۔ گھبراہٹ سستی اور اداسی چھائی رہتی ہو۔ کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو۔ جسم میں سخت کمزوری ہو۔ ان کے لئے یہ جادو اثر دوا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس دوا کا ایک ماہ کا استعمال سال بھر کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے آپ کو بے نیاز کر دے گا۔ ایک ماہ کی خوراک جسمیں پندرہ تولہ دوا ہے۔ قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ

اکسیر معدہ

ہیضہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ۔ باؤ گولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ جی کا متلانا۔ قے۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ سر چکرانا۔ کرم شکم۔ اسہال۔ ریاح۔ کھانسی۔ دمہ وغیرہ کے لئے تیر بہدف ہے۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن۔ بالائی۔ انڈے وغیرہ ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دماغ۔ حافظہ۔ ذہن کو تقویت دینے کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے بینظیر چیز ہے قیمت فی شیشی دو روپے محصول ڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں

اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے۔ پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ۔ اگر آپکا معدہ صاف ہے۔ تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے، ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو۔ تو تمام گھر کی فضا اس قدر خراب ہو جاتی ہے۔ کہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو۔ تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی جڑ ہے۔ قبض کشا گولیاں کیا ہیں۔ گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت ایک شیشی بڑی ۱۲ گولی ۱۰ روپے محصول ڈاک علاوہ

افیون چھڑاؤ گولیاں

افیون بہت بری بلا ہے۔ علاوہ روپے کے خرچ کے یہ انسانی صحت کا بھی ستیاناس کر دیتی ہے۔ بدقسمتی سے جسے اسکی عادت پڑ جائے۔ پھر اس کا چھوٹنا بہت مشکل ہے۔ یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت ڈیڑھ صد گولی دو روپے محصول ڈاک علاوہ۔

سند یافتہ ڈاکٹر کی رائے کہ یہ گولیاں تیر بہدف ہیں

جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب سول ہسپتال منجان اپر برما سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "تین سو گولی کا پہلے آرڈر دے چکا ہوں۔ پانچ سو گولی کا اور آرڈر دیتا ہوں۔ فوراً روانہ کیجئے۔ واقعی یہ گولیاں افیون چھڑانے کیلئے تیر بہدف ثابت ہوئیں۔ اور ان کے ذریعہ افیون باسانی چھٹ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اس ایجاد کیلئے جزائے خیر دے۔"

اکسیر دمہ

اگرچہ بیماری تو ہر ایک ہی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مگر مرض دمہ سے تو خدا کی پناہ۔ کیونکہ یہ ایسا نامراد مرض ہے۔ کہ اسکی وجہ سے نہ اٹھتے نہ بیٹھتے۔ نہ سوتے نہ جاگتے۔ نہ چلتے نہ پھرتے حتیٰ کہ مریض کو کسی پہلو بھی چین نہیں آتا۔ اگر دمہ کے مریض کو زندہ درگور کہا جائے۔ تو صحیح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس موذی مرض سے بچائے۔ ہم نے سالہا سال کی محنت شاقہ اور وسیع تجربہ کے بعد اکسیر دمہ نامی دوا تیار کی ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ میں خدا کے کرم سے اس ظالم مرض سے چھٹکارا دلا دیتی ہے۔ قیمت صرف تین روپے محصول ڈاک علاوہ

جناب ملک شیر محمد خانصاحب ریئس کوٹ رحمت خاں

سے تحریر فرماتے ہیں کہ "سالانہ جلسہ پر جو آپ سے اکسیر دمہ اکسیر الدین اور اکسیر کبر لایا۔ استعمال کیں۔ حیران رہ جاتا ہوں۔ اور خیال پر خیال آتا ہے۔ کہ یہ نسخے آپنے کہاں سے حاصل کئے۔ اگر میں پورا بیان کروں۔ تو فلک بھی سربسجود ہو جائے۔ بلاشبہ آپکی ادویہ سے بجھتی ہوئی شمع پوری طاقت سے روشن ہو جاتی ہے۔ ان کی خوبیاں صرف استعمال سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ الفاظ میں کیسے بیان ہوں۔ آپ کی محنت اور کوشش پر بے ساختہ جزاکم اللہ احسن الجزاء کہنے کو جی چاہتا ہے ان بے نظیر فوائد کے سامنے قیمت کی کوئی حقیقت نہیں۔

اکسیر جریان

اس نامراد مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ سر میں درد۔ طبیعت سرد۔ چہرہ زرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے۔ دل اکتایا ہوا۔ بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک ایسا مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے۔ اگر اس کی قیمت دس روپے بھی رکھی جاتی۔ تو بھی تھوڑی تھی۔ مگر محض پبلک کی ہمدردی کی خاطر اسکی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

بلیس سالہ احتلام اور سستی جاتی رہی

جناب مہدی خاں صاحب نگہال ڈاکخانہ ڈلوال ضلع جہلم سے لکھتے ہیں کہ "جو جناب سے دوا اکسیر جریان منگوائی تھی اس سے اس حد تک فائدہ ہوا۔ کہ بیس سال کے امراض احتلام۔ جریان۔ سستی۔ وغیرہ سب جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ اس ایجاد کے لئے آپ کو جزائے خیر دے۔"

مچھر پروف

جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو۔ تو اس وقت مچھروں کے کاٹنے سے ملیریا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور بنا دیتا ہے۔ لگ جاتا ہے۔ ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے۔ جس کی خوشبو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے۔ جس طرح لاحول سے شیطان۔ اس کے چند قطرے بدن پر مل لیجئے۔ اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کیجئے۔ دو اونس کی شیشی جو خاصی مدت کے لئے کافی ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے محصول ڈاک علاوہ

بال اڑانے کی خوشبودار دوائی

اس خوشبودار دوائی کو پانی میں گھول کر لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے نرم جگہ کے بال بہ صفائی کمال جڑھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک شیشی آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

تریاق درد گردہ:۔ درد گردہ بہت ہی تکلیف دہ بیماری ہے۔ اس کی بیخ کنی کے لئے یہ بہترین دوا ہے۔ قیمت صرف دو روپے محصول ڈاک علاوہ

تمام ادویات کے ملنے کا پتہ:۔ منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)